حکیم محمد موسیٰ امرتسری
ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پروفیسر شاہ فرید الحق
سید ریاست علی شاہ
علامہ شمس الحسن شمس
محمد فاروق القادری
مولانا محمد صادق
سید وجاہت رسول
علامہ سید شجاعت علی
عبد الحکیم شاہجہانپوری
سید نور محمد قادری
پروفیسر مجید اللہ قادری
پروفیسر محمد ابرار احمد
علامہ محمد احمد مصباحی
عبد المجتبیٰ رضوی (اڑیسہ)
سید جمال الدین (دہلی)

تعارفِ کتاب

نام کتاب ------ مجالسِ علماء

تحریر ------ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

موضوعِ کتاب ------ علمائے کرام کی یادیں

ماخذ ------ اوراقِ جہانِ رضا

تعارفِ کتاب ------ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مقدمۂ کتاب ------ جرسِ کارواں-سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ

تمہیدی باتیں ------ محمد عالم مختارِ حق

تحریک ------ سردار محمد اکرم بٹر، ایڈووکیٹ

مرتب ونگرانِ طباعت ------ محمد عالم مختارِ حق

سالِ تالیف وترتیب ------ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

ناشر ------ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

طابع ------ کاروان پریس، لاہور

قیمت ------ ۳۰۰روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ○ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قادری رضوی، گنج بخش روڈ، لاہور ○ تمام دینی مکتبے جو ملک کے کسی حصے میں کام کر رہے ہیں۔

ترتیبِ مضامینِ کتاب

قائدِ اہلِ سُنّت الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پاکستانی سیاست دانوں میں پارس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پارس ایک ایسا پتھر ہے۔ جو کسی بھی دھات کو چھو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ پارس عنقا اور ہما نادر الوجود ہیں۔ مگر آج تک ان کی اہمیت اور افادیت پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ صدیوں سے پارس کی افادیت اور کمال مسلمہ حقیقت رہا ہے۔ ہر زمانہ میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ہر قوم نے اس کے موثر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

پاکستان کی موجودہ سیاست کے انداز نے ہر رکن اسمبلی کو دولت اندوزی کی ہوس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اراکین ذوالاحترام خواہ اسمبلی میں بیٹھے ہوں یا اپنے گھر میں ان کا دماغ دولت کے حصول اور سونا بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اقتدار کی سرگرمیوں کے قریب بیٹھنے والے اور حکمرانوں کے حاشیہ نشین بھی دولت سے ہاتھ رنگنے میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے رشتہ دار، یار باش اور مدح سرا خزانوں کے ڈھیروں، بینکوں کی برانچوں اور زمینوں کے ترقیاتی اداروں کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا اپنا حصہ سمیٹتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اقتدار سے محروم، حکومت سے دور سیاست داں، اگرچہ عوام کے مسترد راہنما ہیں، انہیں حکومت کی ''سونا سازی'' کی صنعت پر غصہ آتا ہے۔ لوٹ مار پر شور مچاتے ہیں تو ایوان حکومت میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ ''دس فیصد والے'' پچاس فیصد والوں'' کو طعنے دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں کھوٹے سکے ہیں۔ ''ہارس ٹریڈنگ'' کے رواج نے ہر ایک کو بکاؤ مال بنا دیا ہے۔ خواہ وہ اس منڈی کے راستہ سے ''خدمتِ خلق'' کے جذبہ سے ہی واپس آ رہا ہو۔ تاہم ''گھوڑوں کی منڈی'' کے دلال ان لوگوں کا بھی پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ جو اس ''تجارت'' میں ملوث نہیں ہیں۔

اس زر اندوزی اور دولت پرستی کے دور میں ''جمعیت علماء پاکستان'' کے صدر شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقائے کار اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ اپنی غربت و بے سروسامانی پر ناز کرتے ہیں۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے کسی اصولوں پر سودا کیا ہو۔ پیسہ بنایا ہو۔ یا ''ہارس ٹریڈنگ'' میں شرکت کی ہو۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک فقیر بے نوا کی حیثیت سے سیاسی سفر کر رہے ہیں۔ وہ کلمہ حق کہنے سے نہیں رکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرائم پیشہ لوگ خواہ کتنے ہی دولت مند ہوں کتنے ہی بڑے بڑے محلات میں مقیم ہوں۔ کلمۂ حق سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان اقتدار کے متوالوں کی کئی دن کی نیند حرام کر دیتا ہے۔

پچھلے دنوں مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے مخالف سیاستدانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی۔ تا کہ اس وقت کے حکمرانوں کے ہاتھوں عوام کی جو گت بن رہی ہے اسے روکا جا سکے۔ سارے مخالف رہنما تو قریب نہ آ سکے مگر آپ نے دینی رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لاہور آئے تو جے یو آئی کے مولانا فضل الرحمٰن سے مختصر سی ملاقات کی۔ اس ملاقات میں آپ نے نہایت محتاط الفاظ میں مل کر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ بس اتنی سی بات تھی کہ اقتدار کی کرسیاں ہلنے لگیں اور وزیر اعظم نواز شریف ''بذات شریف'' ''بنفسِ نفیس'' مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے گھر ڈیرہ اسماعیل خان جا پہنچے۔ کان میں کہنے لگے مولانا اتنی بھی بے رخی کیا ہم تو آپ کے نیاز مندوں میں سے ہیں۔ بھلا مولانا نورانی کیا دیں گے؟ ان سے ملاقات کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ہمیں ہی حکم کریں جو خدمت ہو پوری ہوگی۔ اللہ کی شان جس وزیر اعظم کے پاس مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ملنے کا مدتوں سے وقت نہ تھا وہ خود ان کے گھر ایک دور دراز گاؤں میں جا پہنچے۔

جس کی الفت میں، مَیں ساری زندگی روتا رہا
میری قسمت دیکھیے وہ خود میرے گھر آ گئے

یہ عنایت خسروانہ مولانا نورانی کی ایک ملاقات کا نتیجہ تھی۔ مولانا فضل الرحمن کا اپنا انتخاب ہے کہ وہ سونا لیتے ہیں یا ''پارس'' کے پروگرام کا ساتھ دیتے ہیں۔

شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی ایک عرصے تک ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر رہے۔ علمائے اہلِ سُنّت کی بڑی کوشش رہی کہ یہ دونوں رہنما دوبارہ مل کر کام کریں اور نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کی منزل کی طرف آگے بڑھیں۔ عراق پر امریکہ اور اس کے پیادوں نے حملہ کیا تو مولانا نیازی نے نواز حکومت کے وزیر ہوتے ہوئے امریکہ کی جارحیت کے خلاف بیان دیئے۔ اور عراق کے عوام کے حق میں حمایت کا اعلان کیا۔ اس پر آپ وزارت سے نکال دیئے گئے۔ ایک عرصے تک وزیرِ اعظم انہیں دوبارہ وزارت دینے میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ مولانا نیازی اور ان کے رفقاء ایک عجیب قسم کے سیاسی خلجان کا شکار تھے۔ وہ سوچتے تھے آخر مولانا نیازی نے کون سا اتنا بڑا جرم کر دیا ہے کہ لیلیٰ وزارت کو ایشیائی معشوق کا وعدہ بنا دیا گیا ہے۔ انہیں دنوں مانچسٹر (انگلینڈ) میں اہلِ سُنّت نے اپنی بڑی جامع مسجد کی تکمیل کے بعد افتتاح کا اعلان کیا۔ اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھتے وقت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی مانچسٹر پہنچے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ آج مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے تو یہ دونوں بزرگ اس افتتاحی تقریب میں بیک وقت شرکت کریں۔ دونوں بزرگوں کو دعوت دی گئی۔ دونوں ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ دنیائے سنیت کی آنکھیں اس اجلاس پر لگی ہوئی تھیں کہ اب دونوں سنی رہنما مل کر ایک ہو جائیں گے۔ مختصر سی ملاقات ہوئی ابھی بات نہ ہونے پائی تھی کہ رات برطانیہ میں مقیم پاکستانی ہائی کمشنر کا فون آیا۔ نیازی صاحب آپ کو وزیرِ اعظم پاکستان سے یاد فرما رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں کو چھوڑیں اور آ کر قلم دانِ وزارت سنبھالیں۔ مولانا نیازی پاکستان پہنچے تو نواز شریف صاحب نے بلا کر کہا ''مولانا آپ ہمارے بزرگ ہیں!'' ہم آپ کے نیاز مند ہیں۔ اتنی ''بے نیازی'' بھی کیا۔ یہ لیں وزارت اور وزارت بھی امورِ مذہبیہ

کی ''نورانی کی ایک ملاقات کا (پارس) اپنا کام کر چکا تھا۔

بس اِک نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ ''دل'' کا

دولت اندوزی کا زمانہ اور زر پرستی کا دور بڑا اندھیروں میں ڈھپا ہوا ہوتا ہے۔ لوٹ مار کرنے والے ان اندھیروں میں بڑے خوش خوش فراٹے بھرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ کا ایک قانون یہ بھی۔ ہے کہ ایسے دور میں اپنی حجت قائم رکھنے کے لیے بعض افراد کو صبر اور ہمت کی دولت عطا کرتا ہے۔ دولت کو جوتے کی نوک پر رکھیں اور عوام کو بتا سکیں کہ دولت کا کھیل وقتی اور ہنگامی ہے۔ عنقریب اندھیرے چھٹیں گے۔ لوٹ مار کرنے والے لوگ آفتابِ سیاست کی کرنوں کی تاب نہیں لا سکیں گے۔ اور ان روشنیوں میں ننگے ہو کر ایوانِ حکومت چھوڑ کر ایسے گمنام کونوں میں جا گھسیں گے جہاں ان کے چہرے پہچاننے والا بھی کوئی نہ ہوگا اور تاریخ ان کے نام حرفِ غلط کی طرح مٹا دے گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی بیس سال سے سیاسی میدان میں ایک قد آور راہنما کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ لوٹنے والوں کو دیکھ دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں لیکن کبھی کبھی پاکستان کے عوام کو کہہ دیتے ہیں۔ ''اللہ والو!'' جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے!'' جس حجرے سے نکل کر سیاست میں آئے تھے اسی حجرے میں آج تک مقیم ہیں۔ جس مسجد میں نمازِ تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے آج بھی اس مسجد میں قرآن سناتے ہیں۔ وہی مکان، وہی مسجد، وہی لباس، وہی عمامہ، وہی پٹکا، وہی شب بیداری اور وہی آداب! جس راہنما (خواہ مخالف ہی ہو) سے ملاقات کرتے ہیں اسے سونا بنا دیتے ہیں۔ حکومت اس راہنما کو مناتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اعتراف کرتی ہے جس سیاسی جماعت سے سیاسی اتحاد کے لیے قدم بڑھاتے ہیں۔ حکومت اس سیاسی جماعت کو ''پیار کی نگاہ'' سے دیکھنے لگتی ہے۔ یہ مولانا نورانی کی کرامت ہے یا پارس کا کرشمہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی دینی قیادت کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے وہ

علمائے کرام جو جمعرات کی روٹیوں، لوگوں کے چندوں، درود و سلام کی محفلوں پر زندگی بسر کرتے تھے۔ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمع ہوئے۔ سیاسی تربیت حاصل کی۔ سیاسی شعور پایا۔ ملتان اور رائے ونڈ میں اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اس نورانی پارس کی قربت کا ثمرہ ہے کہ ان علماء میں سے بعض کو سونے میں تولا گیا۔ کوئی جج بن گیا، کوئی مفتی بن گیا، کوئی چیئرمین بن گیا، کوئی شیخ الوقت بنا، کوئی مرشد کامل بن گیا۔ جو اس کے اہل نہ تھے اور زبان بیاں سے محروم تھے زکوٰۃ، انعامات اور صدقات کے ڈھیروں پر جا کھڑے ہوئے۔ الحمدللہ آج مولانا نورانی کے تربیت یافتہ اور جان نثار ساتھی لاکھوں روپوں کے مالک، انعامات، اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔ وہ شاندار مکانوں میں رہتے ہیں اعلیٰ کاروں میں سفر کرتے ہیں ان مراعات یافتہ حضرات میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مولانا نورانی کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتا مگر حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا نورانی کی ایک للکار سے حکومت ان علماء کرام کو اپنے دربار کے قریب رکھنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ آج یہ علماء حضرات اپنے نورانی پارس کی قربت کی وجہ سے ''سونا'' بن گئے ہیں۔ یہ قسم قسم کی دھاتیں کندن بن کر جھلک رہی ہیں۔ آج یہ علمائے کرام زکوٰۃ، صدقات اور انعامات کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ مگر مولانا نورانی کو اپنی مسجدوں، خانقاہوں اور جلسوں میں بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں

جب بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے!

مولانا نورانی کی ایک عادت ہے کہ جو شخص ازراہِ عقیدت اپنے بیٹے یا بیٹی کا نکاح آپ سے پڑھوائے تو آپ کو مجلس میں جو کچھ ملے۔ اس علاقہ کے عالمِ دین (نکاح خواں) کو دے دیتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔ کئی مجالس میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ کو جو کچھ ملا مقامی عالمِ دین کو وہاں ہی دے دیا۔ چند سال پہلے امریکہ سے ایک پاکستانی تاجر اپنے بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان آیا۔ وہ مولانا نورانی کا

عقیدت مند تھا۔ اس نے نہایت لجاجت سے اصرار کیا کہ نکاح آپ پڑھائیں گے۔ حضرت مان گئے۔ آئے۔ مجلسِ نکاح میں سیکڑوں لوگ موجود تھے۔ آپ نے نکاح پڑھایا۔ تو لڑکے کے والد نے حضرت مولانا نورانی کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ علاقہ کے عالم دین جو کسی وقت مولانا نورانی کے مرید تھے، مگر آج وہ حضرت مولانا نورانی کے خلاف برا بھلا کہنے کا وظیفہ کرتے ہیں (ہم ان مولانا کا نام ادباً نہیں لکھتے) مجلس نکاح میں موجود تھے۔ ایک لاکھ روپیہ دیکھ کر لوگوں کو مولانا نورانی کی عادت کا خیال آیا۔ آپ نے روپیہ اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر مولانا کو دے کر کہا: مولانا! یہ آپ کا حق ہے! یہ مولانا ایک عرصہ تک شاہ احمد نورانی کی فیاضی کے پیش نظر آپ کو ''ولی اللہ'' کہا کرتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی مجالس نکاح میں بھی علماء کے لیے پارس ہیں۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ دنیا پرستی، دولت اندوزی اور زرگری کا دور ہے۔ نہ ان چیزوں کو عار سمجھا جاتا ہے۔ نہ ان معاملات پر ندامت محسوس ہوتی ہے۔ بس جو ہاتھ بڑھا لے مینا اسی کی ہے۔ وزیر مشیر، امیر کبیر ''فقیر'' بن گئے ہیں۔ اور ملکی دولت کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں۔ خواہ ملک کے کپڑے تار تار ہو جائیں۔ وزیروں، مشیروں اور اسمبلی کے اراکین تو خیر اس ملک کی دولت کو شیر مادر جانتے ہیں۔ لیکن اب تو ان کے حاشیہ نشین بھی لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ملک کی دولت سمیٹنے کے لیے ایسے ایسے انداز اپنا لیتے ہیں کہ شیطان بھی انہیں اپنا استاد ماننے لگتا ہے۔ بیوپاریوں اور کلرکوں کی ٹولیاں باہر نکل پڑی ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے اس بازار میں کروڑوں روپوں کی کوٹھیاں اور پلازے بنائے جا رہے ہیں حکمران بیچارے اپنی لوٹ مار میں لگے ہیں وہ کسی کی کیا خبر لیں۔ اور کسے پوچھیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں؟ ایسے دور میں جس سیاستدان کا دامن ان آلائشوں سے پاک ہے وہ ''مردِ مومن'' ہے اور وہی مستقبل کا تابندہ ستارہ ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ہر دور دیکھا۔ مارشل لا کا دور، عوامی دور، ضیائی دور،

بے نظیر کا دور اور آج کل کا ''اسلامی دور'' اب تو ماشاء اللہ نواز شریف کی ''نوازشوں
اور شرافتوں نے ذروں کو ''آفتاب'' بنا دیا ہے۔ الحمد للہ! قائدِ اہلِ سُنّت ان تمام اد
سے گزرے نہ کبھی آنکھ میلی ہوئی نہ کبھی قدموں میں لغزش آئی۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لیے!

مولانا کی غربت اور بے سروسامانی کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں
جاسکتا کہ مولانا جس سیاسی لیڈر یا سیاسی جماعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں یا مختصر
ملاقات کر لیتے ہیں حکومت کے انعامات کا رخ ادھر پلٹ جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی پیر آف پگارا شریف کے احباب میں سے ہیں۔ مسلک
روحانیت اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے پیر صاحب پگارا شریف آپ کو اپنا چھوٹا بھائی
کہتے ہیں۔ پیر پگارا نے کبھی کسی حکومتی سربراہ یا وزیر کو شمار قطار میں نہیں رکھا۔ کچ
عرصے سے حکومتی حلقوں نے پیر صاحب کو راضی کر رکھا ہے کہ ہمارے منحوس ستاروں
کے مستقبل کے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ وہ لندن گئے تو ایک سندھی دوست نے
پیر صاحب سے عرض کی ''حضور! مولانا نورانی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا ملاقات کا
اہتمام کروں؟'' پیر آف پگارا نے فرمایا: ''بابا! نورانی ہمارا بھائی ہے لیکن میں نے اب
حکومت والوں کو ڈرانا چھوڑ دیا ہے''۔

اس وقت حکمرانوں کے پاؤں تلے زمین نہیں وہ ریت کے صحرا میں سفر کر رہے
ہیں وہ فقیر صفت اور حق گو علماء سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں ہم ملک کی مختلف سیاسی
پارٹیوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ شاہ احمد نورانی سے تعلقات قائم کرنے کا پروگرام
بنائیں۔ ان شاء اللہ حکومت کے پیادے ان کے پیچھے وہ خود بھاگتے ڈیرہ اسماعیل
خان کے ایک گاؤں اور مانچسٹر کی ایک مسجد تک چلے آئیں گے۔ ہم اپنے سنی علماء
کرام اور مفتیان عظام سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنی زکوۃ اور انعامات
بڑھانے کے لیے مولانا نورانی کی دعوت کا اعلان کر دیا کریں (دعوت دینے ک

[illegible] نہیں مولانا ''کالے بکروں'' کا گوشت نہیں کھاتے) ان شاء اللہ ان کے مال
ایمان میں برکت آجائے گی اور دولت میں اضافہ ہوگا۔ نورانی پارس ایسا رنگ دکھائے
گا کہ علماء کرام ماڈل ٹاؤن کا طواف اور اسلام آباد کے پھیرے بھول جائیں گے۔

بعض علماء کرام شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہہ کر اپنے ''آقایان ولی نعمت'' کا حق
نمک ادا کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ اتنا فائدہ بخش کام نہیں۔ اس سے تو صرف وفاداری
اور استواری کا یقین ہوتا ہے پھر مولانا اپنے خلاف گالیاں دینے والوں کو برا بھی
نہیں کہتے۔ اور نہ ان کی اہمیت کم ہونے دیتے ہیں۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

(ماہنامہ ''احوال'' کراچی دسمبر ۱۹۹۱ء)